

## پڑوسیوں سے تعلق اور اسلامی تہذیب

ڈاکٹر محمد علی ہاشمی<sup>۱</sup>

ہوش مند اور باشعور مسلمان جو اپنے دین کے احکام کو اچھی طرح سمجھتا ہے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرتا ہے۔ ان کے ساتھ سب سے زیادہ نیک برتاؤ اور اچھا سلوک کرتا ہے اور مہربانی اور رحم و کرم کے ساتھ پیش آتا ہے۔ پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کے سلسلے میں وہ اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس لیے وہ پڑوسی کے بارے میں اسلام کی بیش قیمت تعلیمات اور بے بہا وصیتوں کو اپنے ذہن میں ملحوظ رکھتا ہے اور باہمی تعلقات کا مرتبہ جو اسلام نے عطا کیا ہے اسے پیش نظر رکھتا ہے۔ اسلام نے پڑوسی کو اتنا بلند مقام اور عالی مرتبہ عطا کیا ہے جتنا نہ اس سے پہلے کسی شریعت نے دیا، اور نہ اس کے بعد کوئی نظام ہی اس کی ہمسری کر سکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالَّذِينَ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ  
وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ  
السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿۳۶﴾  
(النساء: ۳۶) اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ  
کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک  
سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے،  
اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو۔ یقین جانو

۱ ترجمہ: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔  
پڑوسی رشتہ دار سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ پڑوس کا تعلق ہونے کے ساتھ ساتھ  
نسب یا دین کا بھی رشتہ ہو، اور اجنبی ہمسایہ سے مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ نسب یا دین کا رشتہ  
نہ ہو، اور پہلو کے ساتھی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو کسی اچھے کام میں شریک اور ہمراہ ہو۔

● پڑوسی کا مقام: معلوم ہوا کہ جو شخص بھی تمہارے پڑوس میں ہے تم پر اس کا حق جوار  
ہے، خواہ تمہارے اور اس کے درمیان نہ کوئی نسب کا تعلق ہو اور نہ دین کا رشتہ۔ اس میں پڑوسی کی  
مکرم اور اس کا احترام شامل ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اسلام کی تابناک شریعت نے پڑوسی کی  
کتنی عزت افزائی کی ہے۔

اسی طرح بہت سی احادیث رسولؐ میں بھی بلا کسی تخصیص کے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک  
کا حکم دیا گیا ہے، خواہ اس سے قرابت اور دین کا کوئی تعلق ہو یا نہ ہو، اور ان میں اسلام کے نزدیک  
پڑوسی کے تعلق کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مجھے جبریلؑ برابر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنے کی وصیت کرتے رہے۔ یہاں  
تک کہ میں یہ لگانے لگا کہ وہ اسے وراثت کا مستحق قرار دے دیں گے۔ (بخاری)  
حضرت جبریل علیہ السلام کی وصیت کے بالمقابل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی  
پڑوسی کے ساتھ اکرام و احترام کا معاملہ کرنے اور حسن سلوک کا برتاؤ کرنے کی ترغیب دی ہے۔  
یہاں تک کہ آپ نے حجۃ الوداع میں اپنے تاریخی خطبے میں (جس میں کہ ان تمام چیزوں کا خلاصہ  
پیش کر دیا تھا جن سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا تھا) پڑوسی کے بارے میں بھی وصیت فرمائی، اور اس کے  
ساتھ حسن سلوک کرنے پر زور دیا۔ آپؐ نے اس جانب اپنے صحابی حضرت ابوامامہؓ کو متوجہ کیا۔  
یہاں تک کہ وہ بھی یہ سمجھنے لگے کہ آپؐ اسے وراثت کا حق دار قرار دے دیں گے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
اوثنی پر سوار تھے۔ اس حالت میں میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا:

”(لوگو!) میں تمہیں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔“ آپؐ نے  
یہ اتنی بار فرمایا اور اتنا زور دے کر فرمایا کہ میں سمجھنے لگا کہ آپؐ اسے وراثت میں حق دار

قرار دے دیں گے۔ (بخاری، مسلم)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور اچھا برتاؤ کرنے کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور اسے تکلیف نہ پہنچانے کو اللہ اور آخرت پر ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت اور اس کے بہترین نتائج میں سے ایک حتمی اور لازمی نتیجہ قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے، جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، جو شخص اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ خیر کے کلمات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

(بخاری، مسلم)

”جو اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے“۔ (بخاری)

● **پڑوسی کے ساتھ نرمی کا برتاؤ:** اس میں کوئی تعجب نہیں کہ سچا مسلمان جو اس دین کی تعلیمات سے اپنے دل اور عقل کو روشن کرتا ہے، اپنے پڑوسی کے ساتھ نرم خوار اور خوش خلق ہوتا ہے۔ رہن سہن میں بھلائی کے ساتھ پیش آتا اور معاملات میں نرمی برتا ہے۔ اس کے پڑوسی کو اگر اس کے گھر سے کوئی فائدہ پہنچ رہا ہو تو اسے روکتا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے“۔ (بخاری، مسلم)

● **پسند و ناپسند کی بنیاد:** روشن بصیرت رکھنے والا اور اپنے دین کے نور سے رہنمائی حاصل کرنے والا مسلمان نرم دل، بیدار مغز، خوش اخلاق اور ذکی الحس ہوتا ہے۔ اپنے پڑوسی کے احساسات میں شریک رہتا ہے۔ اس کی خوشی کو اپنی خوشی اور اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا ہے۔ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اس کے لیے پسند کرتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو اپنے لیے مشعل راہ بناتا ہے: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے“۔

جب بھی اس کے گھر سے کسی چیز کے پکنے یا بھننے کی خوشبو آتی ہے تو وہ اپنے غریب پڑوسیوں کو فراموش نہیں کرتا بلکہ ان کا بھی خیال رکھتا ہے۔ اس پر شاق گزرتا ہے کہ اس کی ہانڈی

کی خوشبو سے یا کسی چیز کے بھننے کی خوشبو سے اس کے تنگ دست پڑوسیوں کو تکلیف ہو کہ ان میں بھی لذیذ کھانے کی خواہش پیدا ہو اور وہ اپنی مفلسی اور تنگ دستی کی بنا پر اس کے حصول پر قادر نہ ہوں، جب کہ بسا اوقات ان میں ناسمجھ بچے، مفلس، یتیم، مسکین، بیوہ اور بے بس بوڑھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ سچا مسلمان ہمیشہ اجتماعی تکافل و تعاون کی اس روح کو بیدار رکھتا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے نفس میں جاگزیں کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: ”اے ابوذر! جب تم شور بے والی کوئی چیز پکاو تو اس میں شور با زیادہ کر دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو“۔ (مسلم)

حضرت جابر سے مروی ہے: ”اپنے پڑوسی کو اپنی ہانڈی کی خوشبو سے تکلیف نہ پہنچاؤ“۔

سچے مسلمان کا وجدان یہ برداشت نہیں کر سکتا اور اس کی حس یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ اس کا پڑوسی تو تنگی، فاقہ اور تنگ دستی میں ہو اور وہ فراخی، خوش حالی اور عیش و آرام سے زندگی گزارے۔

آخر وہ اپنے اور اپنے پڑوسی کے درمیان اس دوری کو کیسے گوارا کر سکتا ہے، جب کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنتا ہے: ”وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو آسودہ ہو کر سوائے اور اس کی بغل میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اسے معلوم بھی ہو“۔ (طبرانی، بزار)

● انسانیت کسی بدبختی کا سبب: آج انسانیت جس شقاوت اور بدبختی میں گھری ہوئی ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ سچا مسلمان زندگی کے میدان سے غائب ہے۔ اسلام کے عدل پرور اصول و مبادی، خود ساختہ اور پسماندہ اصولوں کے ڈھیر تلے چھپ گئے ہیں، جس سے انسانیت کو اس فضائی دور اور راکٹوں اور مصنوعی سیاروں کے عہد میں سوائے فقر و فاقہ، تنگ دستی و بد حالی، استحصال، بھوک اور ننگے پن کے سوا کچھ نہ مل سکا، جب کہ انسان نے چاند پر بھی اپنی کمندیں ڈال دی ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے! کتنا زبردست فرق ہے اسلامی تہذیب میں (جس نے انسان کے لیے یہ تک پسند نہیں کیا کہ اس کی ہانڈی کی خوشبو سے اس کے پڑوسی میں لذیذ کھانے کی خواہش بھڑکے اور اسے تکلیف ہو) اور مغرب کی مادی تہذیب میں جس کی بدولت لاکھوں کروڑوں انسان بھوکوں مر رہے ہیں۔ مادی نظاموں کے پیچھے چل کر پریشان حال انسانیت کتنی بدبختی میں مبتلا ہو گئی ہے۔ مشرق و مغرب، ہر طرف انسانیت کس بے بسی کے عالم میں دم توڑ رہی ہے اور

جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھٹک رہی ہے۔

ایسے میں مسلمان پر کتنی عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اُس نور کی مشعل کا حامل ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی، کیونکہ اس سے جاہلیت کی تاریکیاں چھٹ سکتی ہیں اور صرف اسی کی روشنی سے دل و دماغ منور ہو سکتے ہیں اور انسانیت رشد و ہدایت اور امن و سلامتی سے بھرنے لگتی ہے۔

● پڑوسی کے ساتھ حتی الامکان نیک سلوک: دین حنیف کی تعلیمات کو سمجھنے والا مسلمان حتی الامکان اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی طرف سبقت کرتا ہے اور اپنے پڑوسی کو معمولی چیز ہدیہ کرنے کو بھی حقیر نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ بعض ناسمجھ سمجھتے ہیں اور اسے حقیر سمجھ کر اپنے پڑوسی کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔ چنانچہ خود بھی اجر سے محروم رہتے ہیں اور اپنے پڑوسی کو بھی خیر سے محروم رکھتے ہیں۔ اسی چیز کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر عورتوں کو متنبہ کیا ہے کیونکہ بیشتر اوقات وہی اپنی پڑوسنوں کو کوئی معمولی ہدیہ دینے سے شرماتی ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو کوئی معمولی شے دینے میں حقارت نہ محسوس کرے خواہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو“۔ (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿۹۹﴾ (الزلزال: ۹۹) ”پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا“۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جہنم کی آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے ذریعے“۔ (بخاری)

مذکورہ بالا حدیث کا سیاق عام ہونے کی وجہ سے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معمولی چیز کو حقیر سمجھنے سے اس پڑوسن کو روکا جا رہا ہے، جس کو وہ چیز دی جائے۔ اس وقت اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی پڑوسن اس چیز کو حقیر نہ سمجھے جو اس کی پڑوسن نے اسے ہدیہ میں دی ہو خواہ وہ چیز قلیل اور معمولی ہی کیوں نہ ہو جیسے بکری کا کھر، بلکہ اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اس کا شکر یہ ادا کرے۔ کیوں کہ ہدیہ پر شکر یہ ادا کرنے سے پڑوسیوں کے درمیان اُلفت بڑھتی ہے، اور ان کی زندگی میں باہمی تعاون اور باہمی ہمدردی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ہدیہ پر شکر یہ ادا کرنا اسلامی اخلاق میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: ”جو شخص لوگوں کا شکر یہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر بھی نہیں کرتا“۔ (الادب المفرد)

● **حُسنِ سلوک میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں:** باشعور مسلمان حُسنِ سلوک کو صرف قریبی یا مسلمان پڑوسیوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس سے تجاوز کر کے وہ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کا معاملہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام کی سماحت و فیاضی، ادیان اور فرقوں کے اختلاف سے بالا ہو کر تمام انسانوں کے لیے عام ہے اور ان سب تک وسیع ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے یہاں جب بکری ذبح ہوتی ہے تو وہ اپنے غلام سے پوچھتے ہیں: کیا ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ کر دیا ہے؟ کیوں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”جبریل مجھے پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک کی برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا کہ وہ اسے وراثت کا حق دار قرار دے دیں گے۔“ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

اسی لیے مسلمانوں کے پڑوس میں اہل کتاب امن و سکون اور اطمینان کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ انھیں اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور اعتقادات کے بارے میں کسی طرح کا خوف نہیں ہوتا تھا اور وہ حسن جوار، خوش معاملگی اور آزادی عقیدہ سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا يَمْلِكُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ لَهُ يُعَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَالَّذِي يُخْرِجُكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَدُّوهُمْ وَتَقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴿٨٠﴾  
(الممتحن، ۶۰: ۸۰) اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

● **قریب ترین پڑوسی کو مقدم رکھنا:** اسلام نے پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان ترتیب و تنظیم کا لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ اس نے پڑوسیوں کے درمیان اُلفت و محبت اور اتحاد و اتفاق برقرار رکھنے کے لیے دو قریبی اور ملے ہوئے پڑوسیوں سے تعلق کی نوعیت کی رعایت کرتے ہوئے قریب ترین پڑوسی کو حُسنِ سلوک میں مقدم رکھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس کو ہدیہ کروں؟

فرمایا: دونوں میں جس کا دروازہ قریب ہو۔ (بخاری)

صحابہ کرامؓ نے پڑوسیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں اس بلند نبویؐ ارشاد کو ذہن میں رکھا۔ چنانچہ وہ اپنے حُسنِ سلوک اور احسان و اکرام میں دور کے پڑوسی کو قریب کے پڑوسی پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: آدمی حُسنِ سلوک میں دور کے پڑوسی کو قریب کے پڑوسی پر مقدم نہ کرے بلکہ قریب کے پڑوس کو دُور کے پڑوسی پر مقدم رکھے (الادب المفرد)۔

پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا معاملہ کرنے میں اس ترتیب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو پڑوسی مسلمان کے گھر سے دُور رہتے ہیں ان سے گردن موڑ لے اور صرف نظر کر لے، کیونکہ جو بھی اس کے گھر کے حلقے میں رہتا ہے وہ پڑوس کے رشتے میں داخل ہے اور حق جو رکھتا ہے۔ قریبی پڑوسی کو مقدم کرنے کی ترتیب محض تنظیمی ترتیب ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبی پڑوسی کی نفسیات کی رعایت کی ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان عام طور پر روابط، معاملات اور مستقل تعلقات رہتے ہیں۔ ورنہ پڑوس کا دائرہ اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں بنی فلاح کے محلے میں رہنے لگا ہوں۔ وہاں جس کا گھر میرے گھر سے سب سے زیادہ قریب ہے وہی مجھے سب سے زیادہ تکلیف پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ وہ لوگ مسجد نبویؐ آئے۔ پھر اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے اعلان کیا:

لوگو! جان لو کہ چالیس گھر تک پڑوس ہوتا ہے اور وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ اور مامون نہ ہو۔ (طبرانی)

● سچا مسلمان بہترین پڑوسی: پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک سچے مسلمان کی وجدان کی گہرائیوں میں پایا جانے والا ایک احساس ہے اور ایسا وصف ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی فائق کرتا ہے اور لوگوں کے درمیان بھی امتیازی شان عطا کرتا ہے، کیونکہ سچا اور باشعور مسلمان جس نے اسلام کے شفاف سرچشمے سے سیرابی اور آسودگی حاصل کی ہو اور اس کی روشن تعلیمات اس کے دل میں جاگزیں ہو گئی ہوں، ساتھیوں میں بہترین ساتھی اور پڑوسیوں میں بہترین پڑوسی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق ہوتا ہے: ”اللہ تعالیٰ

کے نزدیک لوگوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہتر ہو اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہتر ہو۔ (ترمذی)

اسلام نے نیک پڑوسی کو مسلمان کے لیے سعادت قرار دیا ہے۔ اس کا پڑوس، پڑوسی کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتا ہے اور سعادت و خوش بختی، راحت، امن و سکون اور اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ نیک پڑوسی کی عزت و تکریم اور عظمت و رفعت کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمان کی زندگی میں سعادت کا ایک رکن قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”مسلمان کی خوش بختی اور سعادت ان چیزوں میں ہے کہ اس کے پاس وسیع مکان ہو، نیک پڑوسی ہو اور آرام دہ سواری ہو۔“ (احمد، حاکم)

نیک پڑوسی کا اسلاف کے نزدیک اس قدر عظیم مقام تھا کہ اس کے جوار کو وہ عظیم نعمت سمجھتے تھے جس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، اور اسے ایسی دولت سمجھتے تھے جس کے برابر دنیا کا کوئی ساز و سامان نہیں ہو سکتا۔ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نے ایک لاکھ درہم میں اپنے گھر کا بھاؤ تاؤ کیا پھر خریدار سے کہا کہ یہ تو گھر کی قیمت ہے اور سعید کا پڑوس کتنے میں خریدو گے؟ جب حضرت سعید کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے اسے قیمت بھیج دی اور اسے وہیں باقی رکھا۔

یہ ہے اسلام میں پڑوسی کا مقام! اور یہ ہے نیک اور مسلمان پڑوسی کا روشن کردار! اب بد اخلاق اور بد کردار پڑوسی سے متعلق احادیث بھی ملاحظہ کرتے چلیے۔

● بُرا پڑوسی ایمان کی نعمت سے بے بہرہ: بُرا پڑوسی ایمان کی نعمت سے عاری اور محروم ہوتا ہے۔ ایمان مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس زندگی میں تمام فضائل کی اصل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کے شرور (حدیث میں بوافق کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں دھوکے بازیاں اور شرارتیں) سے محفوظ نہ ہو۔“ (بخاری، مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کے شرور سے محفوظ نہ ہو۔“



کتنا سنگین جرم ہے جس کا ارتکاب برا پڑوسی اپنے پڑوسی کے حق میں کرتا ہے۔ چنانچہ یہ جرم اسے ایمان کی نعمت سے عاری کر دیتا ہے اور دخولِ جنت سے محروم کر دیتا ہے۔

سچا، باشعور اور ہوشمند مسلمان ان نصوص کو کھلے دل اور بیدار ذہن کے ساتھ سنتا ہے۔ چنانچہ اس کے دل میں یہ خیال تک نہیں کھٹکتا کہ وہ کبھی اپنے کسی پڑوسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرے، بغض و عداوت رکھے اور مکر و فریب سے کام لے، کیونکہ ایسا کرنے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور آخرت میں ہلاکت مقدر ہو جاتی ہے۔ پھر کیا ایمان و آخرت کے خسارے سے بڑھ کر بھی کوئی خسارہ ہو سکتا ہے! یہ خیال آتے ہی متقی مسلمان کا دل لرزنے لگتا ہے۔

● اعمال کا ضائع ہو جانا: پھر کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کے بعد نصوص میں صراحت ہو کہ بُرے پڑوسی کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اپنے پڑوسی کو اذیت و تکلیف پہنچانے کی صورت میں اس کی کوئی طاعت و بندگی اسے فائدہ نہیں پہنچاتی۔ اس کے نیک اعمال شرف قبولیت سے نہیں نوازے جاتے۔ کیوں کہ اسلام میں عمل صالح ہمیشہ ایمان کی بنیاد پر معتبر اور قابل قبول ہوتے ہیں اور گذشتہ حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ بُرے پڑوسی کا ایمان معتبر نہیں۔ چنانچہ خواہ وہ کتنے ہی اعمال کر ڈالے مگر وہ قابل قبول نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انھیں ضائع کر دے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے بتلایا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں عورت رات میں نمازیں پڑھتی ہے اور دن میں روزہ رکھتی ہے۔ نیک اعمال کرتی ہے اور خوب صدقہ کرتی ہے مگر اپنی زبان درازی سے اپنے پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس میں کوئی خیر نہیں، وہ اہل جہنم میں سے ہے۔“

پھر لوگوں نے بتلایا کہ فلاں عورت صرف فرائض ادا کرتی ہے۔ پنییر (اس کے لیے حدیث میں اتوار کا لفظ آیا ہے) صدقہ کرتی ہے لیکن کسی کو اذیت نہیں پہنچاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ جہنمیوں میں سے ہے۔“ اسے امام بخاری نے الادب المفرد میں روایت کیا ہے۔

بُرے پڑوسی کے بارے میں وعید سناتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین آدمیوں کے اعمال ضائع ہیں۔ ایک وہ امام جس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرو تو شکر یہ نہیں ادا کرتا اور کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو معاف نہیں کرتا۔ دوسرا وہ پڑوسی جو اپنے پڑوسی میں کوئی خیر دیکھے

تو خاموش رہے اور کوئی بُرائی دیکھے تو اس کا لوگوں میں چرچا کرے۔ اور وہ بیوی جوشوہر کی موجودگی میں اسے تکلیف پہنچائے اور اس کی عدم موجودگی میں خیانت کرے۔ (طبرانی)

اس طرح متقی اور باشعور مسلمان کے خیال میں بڑے پڑوسی کی گھناؤنی تصویر نقش ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس سے دُور رہتا ہے۔

● پڑوسی کے ساتھ گناہ سے بچنا: سچا مسلمان خاص طور پر اپنے پڑوسی کے ساتھ کسی گناہ یا خطا کا ارتکاب کرنے سے بچتا ہے۔ کیونکہ پڑوسی کے ساتھ کسی گناہ میں ملوث ہونا، دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بھیانک اور سنگین جرم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ سے زنا کے بارے میں سوال کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: حرام ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”پڑوسی کی بیوی سے زنا دس عورتوں کے ساتھ زنا کے برابر ہے۔ پھر آپؐ نے ان سے چوری کے بارے میں دریافت فرمایا: انھوں نے عرض کیا حرام ہے۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا: ”آدمی دس گھروں سے چوری کرے، یہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے“۔ (مسند احمد)

اسلام میں پڑوسی کی عزت و آبرو محفوظ ہوتی ہے، جب کہ دیگر قوانین اخلاق اور انسانی شریعتوں میں اس کا کوئی تصور ہی نہیں، بلکہ وہ خود ساختہ قوانین و شرائع سے پڑوسی کی عزت و آبرو سے کھیل کرنے کو آراستہ اور خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں کیوں کہ عموماً پڑوسی کی آبرو و عزت سے کھیلنا آسان اور سہل الحصول ہوتا ہے۔ اس میں زیادہ وقت اور دشواری نہیں ہوتی اور دوسروں کی آبرو سے کھیلنے کے مقابلے میں اس کے مواقع زیادہ ملتے ہیں۔ اس کا تصور جاہلیت کے زمانے میں بھی نہیں تھا، چہ جائیکہ اسلام میں۔ جاہلیت کا ایک عظیم اور غیرت مند شاعر کہتا ہے:

وَأَعْضُ طَرْفِي مَا بَدَتْ لِي جَارَتِي

حَتَّى يُوَارِيَ جَارَتِي مَا وَاهَا (ديوان عنتره)

[جب مجھے میرے پڑوسی کی بیوی دکھائی دیتی ہے تو میں اپنی نگاہیں جھکا لیتا ہوں اور اس وقت تک جھکائے رکھتا ہوں جب تک وہ اپنے گھر میں نہ پہنچ جائے۔]

اسلام نے اس پاکیزہ انسانی خصلت کو ہم میں پروان چڑھایا ہے۔ اس نے پڑوسی کا خیال رکھنے، اس کی آبرو کی حفاظت کرنے، اس کے شرف کو محفوظ رکھنے، اس کے عیوب کو چھپانے، اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے، اس کے محارم سے نگاہیں نیچی رکھنے اور اسے شک میں مبتلا کرنے والی اور ناگوار چیزوں سے دُور رہنے کا حکم دیا ہے۔

اس لیے اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ برحق اور سچا مسلمان انسانی معاشروں میں بہترین پڑوسی کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے۔ بیدار ذہن اور روشن بصیرت رکھنے والے ذکی الحس اور پڑوسیوں کے بارے میں دین کے اخلاق اور اس کی بلند معاشرتی تعلیمات و ارشادات کو یاد رکھنے والے مسلمان اور اس کے پڑوسیوں کے درمیان اگر کبھی لڑائی جھگڑے کی نوبت آجاتی ہے تو وہ اس کا ہزار بار حساب لگاتا ہے۔ کیوں کہ پڑوسیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ برابر اس کے کانوں میں گونجتی رہتی ہے: ”قیامت کے روز سب سے پہلے جو دو جھگڑا کرنے والے پیش کیے جائیں گے، وہ دونوں پڑوسی ہوں گے“۔ (احمد، طبرانی)

● خیر کا معاملہ کرنے میں کوتاہی نہ کرنا: راسخ الایمان مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان اور خیر کا معاملہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ وہ اس کے لیے حفاظت و رعایت، محبت و مودت اور عزت افزائی کے دروازے کھلے رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذمہ داریاں سرانجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتا اور ڈرتا ہے کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان اس پر صادق نہ آجائے جو آپؐ نے ناشکرے، بخیل اور خیر و احسان کا معاملہ نہ کرنے والے پڑوسی کے بارے میں فرمایا ہے۔

قیامت میں بہت سے پڑوسی ایسے ہوں گے جو اپنے پڑوسی کو پکڑیں گے اور کہیں گے:

اے رب! اس نے میرے لیے دروازہ بند رکھا اور خیر و احسان کا معاملہ کرنے سے باز رہا (الادب المفرد)۔

غور کیجیے کہ قیامت میں بخیل اور احسان نہ کرنے والے پڑوسی کا کیسی شرمندگی کا مقام ہوگا۔

اسلام کی نظر میں مسلمان ایک بلند وبالا، پرشکوہ اور مضبوط عمارت کی طرح ہیں۔ اس امت کے افراد اس کی اینٹیں ہیں۔ ضروری ہے کہ اس کی ہر اینٹ مضبوط اور پوسستہ ہو اور دوسری اینٹوں سے مضبوطی کے ساتھ جڑی ہوئی ہوتی ہو تاکہ عمارت مستحکم، راسخ اور مضبوط ہو، ورنہ عمارت میں دراڑیں پڑ جائیں گی۔ وہ کمزور ہو جائے گی اور جلد ہی منہدم ہو جائے گی۔

اسلام نے اپنی اینٹوں کو مضبوط اور مستحکم تعلق سے پیوستہ رکھا ہے جس سے اینٹوں میں استحکام، مضبوطی اور پائیداری باقی رہتی ہے اور مسلمانوں کی عمارت انتہائی مستحکم اور مضبوط رہتی ہے، نہ وقتاً فوقتاً پیش آنے والے واقعات اسے متزلزل کر سکتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں مسلمانوں کے باہم اتحاد و اتفاق، تعاون اور مواخات کی کتنی دل کش اور حسین تمثیل ہے: ”ایک مومن دوسرے مومن کے لیے مضبوط عمارت کی طرح ہے کہ بعض کو بعض سے مضبوطی اور استحکام حاصل ہوتا ہے“۔ (بخاری)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”باہمی محبت و مودت، لطف و کرم اور رحم و ہمدردی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے“۔ (بخاری)

جو دین امت کے افراد کو اس حیرت انگیز حد تک باہم دگر متحد اور ایک دوسرے سے پیوستہ رکھتا ہے، اس کے لیے بدیہی ہے کہ وہ پڑوسیوں کے مابین بھی تعلقات کو مستحکم رکھے اور انھیں مودت و محبت، برّ و احسان، تکافل و تعاون اور خوش معاملگی کی مضبوط اور راسخ بنیادوں پر قائم کرے۔

● لغزشوں اور اذیتوں پر صبر کرنا: ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دین کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے والا مسلمان اپنے پڑوسی کی نازیبا حرکتوں اور تکلیفوں پر صبر سے کام لیتا ہے۔ اگر اس سے کوئی کمزوری سرزد ہوتی ہے تو بھڑک نہیں اٹھتا۔ اسی طرح اگر اس سے کوئی لغزش ہو جاتی ہے یا وہ کسی تقصیر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس پر اس کی گرفت نہیں کرتا بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کی بارگاہ میں ثواب کی امید رکھتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اس کا عفو اور معافی اللہ کے یہاں ضائع نہیں ہوں گے بلکہ ان کے ذریعے اللہ کی محبت اور خوشنودی حاصل ہوگی۔

اس کی تصدیق حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ہوتی ہے کہ جب ان سے حضرت مطرف بن عبد اللہ کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا: اے ابو ذر! مجھے آپ کی یہ حدیث معلوم ہوئی تھی اور میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ فرمایا: لوملاقات تو ہوگئی۔ انھوں نے عرض کیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ سے یہ فرمایا ہے کہ اللہ تین لوگوں سے محبت

کرتا ہے اور تین لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ رہا ہوں۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وہ تین لوگ کون ہیں جن سے اللہ عزوجل محبت کرتا ہے؟ فرمایا: ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے جہاد کرے اور لڑتے لڑتے شہید ہو جائے۔ یہ چیز تو کتاب اللہ سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ (پھر یہ آیت تلاوت فرمائی): **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُدِيَانٌ مَّرْمُوضُونَ** (الصف: ۶۱: ۴) اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ میں نے عرض کیا اور کون؟ فرمایا: دوسرا وہ شخص جس کا پڑوسی بد اخلاق ہو اور اسے اذیتیں پہنچاتا رہتا ہو مگر وہ اس کی اذیتوں پر صبر کرے۔ یہاں تک کہ اسے موت آجائے.... الخ (احمد، طبرانی)

● برائی کا جواب برائی سے نہ دینا: اس دین کی تعلیمات میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص پڑوسی کی برائی کا جواب برائی سے نہ دے، بلکہ اس کی اذیتوں پر جس حد تک صبر کر سکتا ہو کرے، یہاں تک کہ وہ اس سے باز آجائے اور تکلیفیں پہنچانا بند کر دے۔ وہ جب اپنے پڑوسی کو دیکھے تو اس کی برائی کا جواب اس کے مثل برائی سے نہ دے، بلکہ صبر کرے، حلم و بردباری سے کام لے اور خوش معاملگی سے پیش آئے، اور خدا کی قسم! یہ بلند ترین اخلاق اور پاکیزہ سیرت ہے اور نفوس سے برائی کی بیخ کنی کرنے کے لیے تربیت کا بہترین نفسیاتی اسلوب ہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ بن سلامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: مجھے میرے پڑوسی نے تکلیف پہنچائی ہے۔ فرمایا: صبر کرو۔ وہ دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: مجھے میرے پڑوسی نے تکلیف پہنچائی ہے تو آپؐ نے فرمایا: اپنا سامان لے جا کر راستے میں ڈال دو اور جب کوئی شخص وہاں سے گزرے تو اس سے کہو کہ میرے پڑوسی نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس طرح تمہارے پڑوسی پر لوگوں کی لعنت پڑے گی۔ جو شخص بھی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔ (حیاء الصحاب، ج ۴، ص ۵۰)

● پڑوسی کے حقوق پہچاننا: سچا مسلمان ہر لمحے اپنے پڑوسی کے حقوق پہچانتا ہے، مصائب و مشکلات میں اس کی مدد کرتا ہے، اس کی خوش حالی میں خوشی و مسرت کا اظہار کرتا ہے۔

اس کے رنج و غم اور خوشی و سرور میں شریک ہوتا ہے۔ اگر اس کا پڑوسی ضرورت مند اور محتاج ہوتا ہے تو اس کے ساتھ حُسن سلوک کرتا ہے اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اگر اسے کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے تو اس کی عیادت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے اور بوقت ضرورت اس کے کام آتا ہے۔ اگر اس کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے جنازے میں شریک ہوتا ہے۔ اس کے گھر والوں کو دلاسا دیتا ہے اور اپنے خاندان کے احساسات کا لحاظ رکھتا ہے اور ان چیزوں سے احتراز کرتا ہے جن سے یہ احساس مجروح ہو یا کسی بھی حیثیت سے اسے ٹھیس لگے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: مجھ پر میرے پڑوسی کے کیا حقوق ہیں؟ فرمایا: • اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو • اگر اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو۔ • جب تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو اور جب کسی چیز کا ضرورت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کرو۔ • جب اسے کوئی خیر حاصل ہو تو اسے تہنیت پیش کرو۔ • جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو اس کی تعزیت کرو، • بغیر اس کی اجازت کے اپنی عمارت کو اونچی نہ کرو کہ اس کی ہوا زک جائے۔ • اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اسے تکلیف نہ پہنچاؤ الا یہ کہ اس میں سے اسے بھی کچھ دے دو۔ • اگر کبھی پھل خریدو تو اسے بھی ہدیہ کرو۔ اگر ایسا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو گھر میں خاموشی سے لے جاؤ اور احتیاط کرو کہ تمہارا بچہ اسے لے کر باہر نہ نکلے کہ اس کے بچے بھی اس کی ضد کرنے لگیں۔ (طبرانی)

یہ ہے پڑوسی کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر! اور یہ ہیں اس کے بارے میں اسلام کی روشن اور عظیم تعلیمات! جن پر عمل کرنے کا اسلام ہر اس مسلمان سے مطالبہ کرتا ہے جو اسلام کی حقیقت کو سمجھتا ہو، اس سے پوری رہنمائی حاصل کرتا ہو، اور اس کے احکام و تعلیمات کو اپنے اُپ پر اور اپنے خاندان پر منطبق کرنا چاہتا ہو۔

پھر کیا اس کے بعد بھی اس میں تعجب ہو سکتا ہے کہ بہترین مسلمان سچا پڑوسی ہو۔ ایسا پڑوسی جس کا کردار انسانی معاشروں میں سے سے افضل، سب سے اعلیٰ اور سب سے نمایاں ہو!